(از قلم مسعود انور علوی کاکوروی)

تبصرے

تذکرہ گلشن کرم

۱۹۸۵ء

درگاہ عالم پناہ کاظمیہ کے اورنگ نشینوں کے مختصر حالات

۱۹۸۵ء

(از- مولوی حافظ تقی انور علوی کاظمی کاکوروی)

تقطیع متوسط ضخامت ۴۲۸ صفحات - قیمت ۴۰ روپے -

کاغذ و کتابت وطباعت بہتر، ٹائٹل دیدہ زیب و بالتصویر

پتہ ۔ کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ (۲۲۷۱۰۷)

اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں صوفیائے کرام نے ہر دور و ہر زمانہ میں جو اہم کردار ادا کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں، ان صوفیائے صاف باطن نے تہذیب اخلاق، تشکیل کردار اور اصلاح نفس کے واسطے خانقاہوں کی بنیاد ڈالی تاکہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر ہدایت و عرفان کی ایسی شمعیں روشن کریں جن سے اندھے قلوب بینا ہوں اور نفس کی معرفت حاصل ہو۔ یہ خانقاہیں اگر ایک طرف اخلاص و تصوف، اخوت و بھائی چارگی اور خلق خدا سے محبت کی درس گاہیں ہیں تو دوسری سمت قرآن و حدیث اور جملہ علوم کی یونیورسٹیاں بھی ثابت ہوئیں۔ اسی قسم کی خانقاہوں میں سلسلہ قلندریہ قادریہ کی عظیم المرتبت خانقاہ کاظمیہ کاکوری بھی ہے جہاں کے حضرات نے اگر ایک طرف اپنی صحبت کیمیا اثر سے لوگوں کے قلوب ماہیت کیے طالبان پاک طینت کو اپنی نگاہ حق بین سے معرفت نفس عطا کی تو دوسری طرف تشنگان علم کو بھی سیراب کیا، یہ خانقاہ

عرفان و تصوف کا سرچشمہ بھی ہے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی ایک درسگاہ بھی۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ خانقاہ برصغیر کی وہ ممتاز ترین خانقاہ ہے جہاں کے حضرات اور ان کے متوسلین نے ہر دور میں زمانہ کی نبض پہچان کر بڑی کثرت سے مفید و قابل قدر تصانیف فرمائی ہیں۔ جہاں تک علمی و دینی و ادبی خدمات کا تعلق ہے اس خانقاہ کا کوئی شریک و سہیم بھی شاید نہیں ہے کاکوری کی مردم خیزی کی ایک بڑی وجہ بھی یہی خانقاہ ہے کیوں کہ یہاں کے بیشتر علماء، ادباء اور ارباب علم اسی میخانۂ تصوف سے سیراب ہوتے رہے ہیں۔

بلاشبہ بانیٔ خانقاہ کاظمیہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ (۱۷۴۵ء — ۱۸۰۶ء) سے موجودہ صاحب سجادہ محترم حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہ تک تمام سجادہ نشینانِ کرام ع

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق

کے حامل رہے ہیں وہ علم و عمل کے زیور سے آراستہ و پیراستہ اور اُن کی پوری زندگیاں شریعت و طریقت کا ایک حسین امتزاج لئے ہوئے نظر آتی ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال خود جوان سال مؤلف کتاب بھی ہیں۔ موصوف خود خانوادہ کاظمیہ کے ایک فرد ہیں یعنی حضرت صاحب سجادہ محترم مدظلہ کے حقیقی بھائی محترم حضرت مولانا شاہ حافظ مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہ کے صاحبزادہ ہیں۔ انھوں نے ظاہری و باطنی تمام تر تعلیم اپنے عم معظم (مرشد برحق) اور والد محترم مدظلہما سے حاصل کی۔ قارئین برہان کے ملاحظہ سے ان کا ایک علمی و تحقیقی گراں قدر مقالہ "امیر الامراء رئیس الاولیاء حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی" ماہ دسمبر ۸۴ء۔ فروری ۸۵ء گذرا ہوگا۔ سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندیؒ کے حالات، واردات، مکاشفات اور ارشادات سے متعلق ان کی ایک کتاب بھی زیر طبع ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۶۲ء) کے نادر و نایاب، اہم اور مفید ملفوظ "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کا سلیس اردو ترجمہ مع تشریحات و اصطلاحات کے اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی مرتب کیا۔ ترجمہ سے نہ صرف موصوف کی فارسی و

علاوہ اس پر بحث نہیں کا پتہ چلتا ہے بلکہ تصوف اور خصوصاً حضرت شاہ صاحبؒ کے دقیق مضامین اصطلاحات اور رموز و نکات کی تفہیم و تشریح نیز مؤلف موصوف کے مزاج تصوف کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حروف مقطعات کے سلسلہ میں بھی تنویر الظلمات فی تفسیر المقطعات کو بطرز اردو کے جامہ میں پیش کیا ہے اس سے نہ صرف فن تفسیر و اصول تفسیر سے کما حقہٗ واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ نقش ثانی کی نقش اول سے مماثلت کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔

ابتداء میں کاکوری کے مشہور انگریزی داں ادیب سحر طراز معین الدین حسن صاحب علوی کا پیش لفظ ہے، قمطراز ہیں کہ "صاحب تصنیف کو علمی تجسس، تحقیقی ذوق ورثہ میں ملا ہے اور پھر اس پر بزرگان کرام جن کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے ان کے فیضانِ روحانی کی بدولت آپ کو زورِ قلم عطا ہوا ہے آپ کی تحریریں چونکہ خلوص خیال اور اخلاص عمل کی آئینہ دار ہیں اس لئے وہ قلوب پر کیف بھی اور کیفیت سی دسرتی طاری کر دیتی ہیں۔ دل کی تشنگی باقی رہتی ہے اور قاری آخر لکھنوی کا یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

پھر ہو سرگرم تکلم اسی انداز کے ساتھ حُسن کو دینے لگے شعلۂ آواز کے ساتھ

بظاہر یہ کتاب بزرگوں کے حالات، ان کے اکتساب عرفان اور ان کے مشاغل عرفانی کے ذکر پر مشتمل ہے مگر در اصل یہ مطالب ہماری دُنیوی اور دینی زندگی کی آرائش اور تزئین کا ایک گراں مایہ سرمایہ بہم پہنچاتے ہیں تعمیر حیات، تزکیۂ نفس اور جلاء رُوح پر منحصر ہے ان حضرات کی حیات طیبۂ ان کے ارشادات کی روشنی میں حُسنِ سلوک حُسن معاملت، حُسنِ اخلاق کے زیور سے آراستہ ہو کر مسترشدین منتسبین اور مریدین اپنی زندگیاں اس حشر بداماں دورِ حیات میں نکھار کر، سنوار کر معاشرہ کے ایک مفید فرد بن سکتے ہیں اور ان آفتاب ہائے نور و نورانیت سے اخذ نور کر کے اپنی زندگی کو درخشاں اور تاباں کر سکتے ہیں۔ (ص ۵ ۔ ۶)

پیش لفظ کے بعد پندرہ صفحات پر مشتمل ایک پُر مغز "عرض مؤلف" ہے اس میں تصوف، اربابِ تصوف قصبہ کاکوری اور اس کی مردم خیزی، حضرت مخدوم نظام الدین شیخ بھکاری رح (۱۵۷۳ء)

جو اعلیٰ حضرت بانیٔ خانقاہ کاظمیہ نیز بانیٔ مقام کے خلف اکبر حضرت شاہ تراب الحق قلندر کی تحریر
لیکن بہت جامع و دل نشین اور لطیف پیرایہ میں بیان ہے۔

اس سلسلہ میں مولف رقم طراز ہیں۔ زیرِ نظر تذکرہ ان اولوالعزم اور اہم شخصیتوں سے متعلق ہے
جنھوں نے اپنی باعمل زندگی میں حال اور مستقبل کے لئے ایسے نقوش چھوڑے جو ان کی اتباع شریعت اور
عزیمت باعمل کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی روحانی میراث کا سلسلہ وار تواتر اور خونی رشتہ کا تسلسل
ان کے اس امتیاز کا پتہ دیتا ہے جو ایک وہبی شے ہے۔ اس سلسلہ کا ہر ہونہار فرزند الولد سر لابیہ
کی تصویر اور اپنے اسلاف کرام کے کارناموں، ان کی حکیمانہ تعلیم تصفیہ و تزکیہ نفوس کے فن سے واقف
اور علوم مختلفہ سے نہ صرف آگاہ بلکہ مجتہدانہ طور پر ان پر فائز تھا۔ ان کا مقصد اصلی رضائے الٰہی
اور قرب خداوندی تھا اور مطمح نظر تعلیمات نبوی پر عمل اور اس کی تقلید تھی۔ ان کا علم الاخلاق سے
جو مستحکم رابطہ تھا اس نے اثر کا بھران ان کے روحانی ملکات کا پتہ دیتا ہے، ان کی محدود زندگی
بلواسطہ اور بالنیابت تھی اور وہ تبلیغ کے سلسلہ میں "جارحہ" اور "آلہ کار" تھے۔ ان کی قوت تقریر
اور حسنِ انشا، ان کی تصنیف و تالیف کا ایک اہم جزو ہیں، ان کی کسبی اور وہبی صلاحیتوں اور
اعصار کے امتزاج اور اجتماعی نظام جو منظم اقتدار حاصل کیا اور اپنے متعلقین کو اس کے
احکام کی بجا آوری کی جو تاکید فرمائی اور مذہب و ملت کی تفریق کے سلسلے میں جس یکجہتی
اور اعاد کا مظاہرہ کیا اس سے ان کی تحریکات کا پس منظر صاف نمایاں ہے انھوں نے
معاشرتی نظام میں موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر جس وسیع مہم اور منصوبہ کا آغاز کیا
اس سے ان کے اسلوب اور طرز کا معترف ہونا پڑتا ہے حضرات سجادہ نشینان خانقاہ
کاظمیہ کا شمار از ابتدا تا ایں دم اپنی وضعداری اور وسیع المشربی میں ان افراد میں ہے جن کا
سلوک اسلام کی یادگار اور قدیم تہذیب کا نمونہ ہے۔ ان کے سلسلۃ الذہب پر نظر ڈالئے
تو معلوم ہوتا ہے کہ نقش ثانی کی نقش اول سے مناسبت، موافقت اور مطابقت ایک
جزوی امر بن چکی ہے۔ اور ایک ایسا رشتہ مسلسل ہے جس کی چمک ان کے مبارک چہرہ کا

پیش ہے ہیں ان میں سے ہر ایک کو اپنے سلف بلکہ اسلاف سے ایسی مماثلت رہی ہے جس سے کہ شخصیت کو شخصی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی تعلیمات اور افکار، ایسا حقیقت پسندانہ جائزہ جو افہام و تفہیم میں محض مخاطبہ کے طور پر نہیں بلکہ مکاتبہ کے طور پر ان کے محتاط قلم سے اشاعت پذیر ہوئیں اور یہ قوت مشاہدہ کی جو کارفرمائی متجلی تھی اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا تقاضا بھی یہی تھا کہ گرد و پیش کا جائزہ لینے پر کوئی مخفی سے مخفی شے بھی اس سے پوشیدہ نہ رہی۔ ان کا بنیادی کردار علم کے میدان میں عزیمت بالعمل اور دستور العمل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ رہا، ان کی علمی اور تحقیقی کاوشیں محض ان کے زور قلم کا ہی نتیجہ نہیں ہیں بلکہ اس میں ان کے عینی تجربات و مشاہدات اور قلبی واردات بھی شامل ہیں۔ (ص: ۲۰ - ۲۲)

حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کا حال ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں آپ کا سلسلۂ نسب و حسب، تعلیم و تربیت، کمسنی و جوانی کے چند واقعات، خدمت خلق، استغنا و بے نیازی، بدعات سے نفرت و بیزاری، ریاضات و مجاہدات، مرشد برحق حضرت کلید عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کی بارگاہ میں مقبولیت و محبوبیت، حلم، صبر و تحمل، مسلک، تربیت اور تعلیم و تلقین کا طریقہ۔ ہندی کلام پر تبصرہ (حضرت اپنے عہد کے ہندی بھاشا کے ایک نغز گو، ممتاز شاعر تھے ان کے نصف کلام $2\frac{1}{2}$ ہزار اشعار کی شرح و اُردو ترجمہ حضرت حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ نے فرما کر شائع کیا ہے) وفات اور تاریخ جملہ۔ نجات کا ذکر ہے۔ کتاب میں جا بجا درج عربی، فارسی عبارات کا اُردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ قلمی بیاضیں، مکتوبات وغیرہ سے بھی مدد لی گئی جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ اکثر اجازت نامے بھی مع اُردو ترجمے کے درج ہیں مثلاً اجازت نامہ بزبان عربی حضرت شاہ ابو سعید بریلوی قدس سرہٗ محترم حضرت مولانا شاہ ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہٗ بنام حضرت عارف باللہ قدس سرہٗ حواشی بر متن میں آئے ہوئے اکثر ناموں

بالخصوص کچھ خلفاء و مجاز کا مختصر تذکرہ ہے۔ کتاب میں ہر بات حتی الامکان مستند حوالے سے درج کی گئی ہے۔

حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے صاحب زادہ گرامی مولانا شاہ تراب علی قلندر (تراب) کا حال صفحہ ۶۵-۱۰۲ تک ہے اس میں بھی حسب سابق اسی انداز سے واقعات و حالات درج ہیں۔ شاہ صاحب موصوف کے تصانیف اور اردو فارسی نیز ہندی شاعری کا بھی مختصراً تذکرہ بیان ہے۔ صفحہ ۱۰۳-۱۲۵ تک حضرت شاہ حیدر علی قلندرؒ خلف اکبر و خلیفہ و جانشین حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ اور صفحہ ۱۲۶-۱۴۳ تک اکبر العلماء مولانا شاہ علی اکبر قلندر خلف و جانشین حضرت شاہ حیدر علی قلندر اور ۱۴۴-۱۷۷ تک حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ خلف و خلیفہ و جانشین حضرت شاہ علی اکبر قلندرؒ کے حالات ہیں۔ مؤلف موصوف نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس خانوادۂ عالیہ کاظمیہ میں حضرت شمس العارفین قطب الاقطاب مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کی ذات گرامی آفتاب عالم تاب کے مثل تھی جو اپنے نامور اور صاحبانِ عزم اسلاف میں نعم الخلف لنعم السلف کا نمونہ تھی الخ (ص ۱۴۴)

اس کے بعد ان کے علمی تبحر، طرز تعلیم و تربیت، حزم و احتیاط اور پھر ان کے بیش بہا فارسی اردو عربی مصنفات کا ذکر ہے خلفاء و مجاز، اخلاق و عادات، ارشادات اور چند کرامات کا بیان ہے صفحہ ۱۷۸-۱۹۸ تک حضرت مولانا شاہ حبیب قلندر خلف اکبر و جانشین حضرت شاہ علی انور قلندر اور صفحہ ۱۹۹-۲۰۰ تک حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر خلف اوسط حضرت شاہ علی انور قلندر کا اور ۲۰۱-۲۲۰ تک حضرت شاہ علی حیدر قلندر خلف اصغر حضرت شاہ علی انور قلندر کا حال درج کیا ہے۔

چونکہ سابقہ مذکورہ حضرات کے حالات مختلف کتابوں میں بالتفصیل شائع ہو چکے ہیں لہٰذا کتاب کی ضخامت کے خوف سے ان کا صرف اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اور مندرجہ ذیل حضرات (شاہ تقی حیدر قلندر، شاہ علی حیدر قلندر) کے مفصل حالات اب تک شائع نہ ہو سکے تھے، لہٰذا مخلصین اور اہلِ طلب کے اصرار پر وہ قدرے تفصیل سے تحریر

بتائی گئی ہیں (ص: ۴۱-) ہر دو حضرات کے حالات درج کرنے کے بعد چند قابلِ ذکر و نقہ شخصیتوں و مسترشدین کے مشاہدات و تجربات، بیانات اور کچھ مدحیہ اشعار درج کئے ہیں جس سے ہر دو شخصیتوں کی ملکوتی صفات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

۲۲۱-۲۹۳ تک اپنے مرشد برحق حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ حیدر قلندر مدظلہٗ خلف اکبر حضرت شاہ تقی حیدر قلندر و جانشین حضرت حافظ شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ سجادہ نشین حال کا تذکرہ ہے۔ ابتدا میں موصوف لکھتے ہیں: "آپ کی ذات والا صفات کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے قبل یہ بات ذہن نشین کرنا پڑے گی کہ آپ کی شخصیت کا آفتاب تصوف کے افق پر اس دور میں ابھرا ہے جب سائنسی اور مادی طرزِ فکر نے ذہنوں کو روح کے وجود سے منکر کر دیا ہے جب ہر طرف صرف اشیاء کی ساخت پر ایک نظر ڈال کر انسان کاروبارِ زندگی میں الجھ جاتا ہے جب مشینوں کی گھڑگھڑاہٹ نے فضا کی ہلکی اور نرم موسیقی کا گلا گھونٹ دیا ہے ان نازک حالات میں آپ کو وہ منصبِ شیفتگی سپرد کیا گیا اور آپ کے دوش پر ایک ایسا بارگراں رکھا گیا جس کے لئے شخصیتیں بنتی نہیں بلکہ بنائی جاتی ہیں۔ (ص: ۲۲۱)

آپ کی شخصیت ہمہ صفت میں صدیوں قبل کی روایات کا عکس بھی نظر آتا ہے، اور جدید عہد کی نئی طرزِ فکر کی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ (ص: ۲۲۳)

۳۳۸-۳۵۴ تک حاشیہ کی صورت میں حضرت صاحب سجادہ کے برادر اصغر محترم حضرت مولانا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ کا حال درج کیا ہے "حضرت موصوف مدظلہٗ کی جانب سے ان کے سلسلہ میں کچھ بھی تحریر کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہے انھوں نے مجھے سختی سے منع کیا کہ "میرے بارے میں ہرگز ہرگز کچھ نہ لکھو جو انچھو صاحب کا حال لکھو گے وہی میرے لئے کافی ہے ان کا یہ ارشاد اس حیثیت سے صحیح ہے کہ جو ان کا ذاتی و صفاتی ہے اس کی وجہ سے کوئی فرق نہیں نہ دوئی ہے۔ بقول حضرت مولانائے رومیؒ۔

شمس و مولاؤ ضیاء الحق یکیست   درمیاں شاں یک سرِ مو فرق نیست

لیکن حضرت مرشدی مولائی مدظلہ کے حکم پر یہ حاشیہ لکھ رہا ہوں نیز ارباب مطلب کا بیہم اصرار بھی شدت سے اس کا خواہاں ہے لہذا راقم سطور ان کے مطالبہ، اصرار اور خلوص و محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے الامر فوق الادب اور والعذر عند کرام الناس مقبول کی درمیانی راہ اختیار کرتا ہے۔ اور ویسے بھی ایک تذکرہ نویس کے لئے اس سلسلہ میں کسی متعلقہ ہستی اور تاریخ ساز شخصیت کو نظر انداز کر دینا بڑی خیانت ہے۔ (ص ۳۳۸)

آخر کے تین صفحات میں عربی و فارسی اور اردو مخطوطات و مطبوعات کی فہرست ہے۔

مجموعی اعتبار سے کتاب بہت مفید اور دلچسپ ہے، اندازِ بیان شگفتہ و دل نشین ہے، زبان بھی علمی ہے اور بے ربطی و ابتذال سے یکسر دور ہے۔ ص ۳۹۵ کے مطالعے سے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اتنی ضخیم اور تحقیقی انداز میں پیش کی جانے والی کتاب کس قدر قلیل و مختصر عرصہ میں منصہ شہود پر آئی (تقریباً ۳ ماہ کا قلیل عرصہ) اسی وجہ سے کتاب میں مختلف کاتبوں کے خط ہیں اور کہیں کہیں کتابت کی کچھ غلطیاں بھی ہیں۔ بہر کیف شاید کسی خانقاہ کے تمام اورنگ نشینوں کا تذکرہ اس طرح مختصر و علمی اور تحقیقی میں اب تک مرتب نہیں ہوا ہوگا۔ جب بھی کوئی شخص طالب علم ہو یا محقق حضرات خانقاہ کاظمیہ پر انفرادی و اجتماعی حیثیت سے قلم اٹھائے گا یا ان کی علمی و ادبی اور دینی خدمات کا جائزہ لے گا تو اس کے لئے اس کتاب کا مطالعہ اور استفادہ ناگزیر ہوگا۔

...ir Husain Library
...amia Nagar
FEB 1986

مضمون نگاران کیلئے ایک خبر

تمام مضمون نگاروں کو جو ماہنامہ برہان دہلی سے متعلق ہیں وہ اس کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے مضامین بھیجیں، اور وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کو پانچ روپیہ فی صفحہ دیا جائے حسب سہولت یہ رقم ارسال کی جایا کرے گی۔

عمید الرحمٰن عثمانی